حکیم سید محمود احمد سرو سہارنپوری

عالمی سامراج اور مسلم امہ

آج کل عالم اسلام حالات کے جس جبر کا شکار ہے' بظاہر اس سے باہر نکلنے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی' اس پر اگر تھوڑا سا غور کیا جائے اور مسلمان مملکتوں اور ان کے حکمرانوں کے طرز عمل کا ذرا سا بھی جائزہ لیا جائے تو یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ:

رنگ و روپ کا شکوہ دشمنوں سے کیا کیجئے
ہم نے اپنی یہ تصویر آپ ہی اتاری ہے

گزشتہ تیس سال میں مسلم ممالک کے آپس کے جھگڑے اور ان جھگڑوں کے نتیجے میں مسلم امہ کے ذرائع و وسائل کا بیدریغ و بے مقصد استعمال' یہ سب عوام اس بات کی شہادت کے لئے کافی ہیں کہ ہماری برسر اقتدار شخصیات اپنی انا کے خول میں اس حد تک بند ہیں اور انکی آنکھوں پر ان کے اپنے اپنے مفادات کی ایسی پٹیاں بندھی ہوئی ہیں کہ نہ انہیں اپنے گردوپیش کی صورتحال نظر آتی ہے نہ وہ آنے والے وقت کا ادراک کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں' آج افغانستان کا مرثیہ پڑھا جاچکا ہے' مگر کسی نے اس آئینے میں اپنے مستقبل کی شکل نہ دیکھی۔ پھر عراق جرم بے گناہی میں اتحادی قوتوں کا مجرم قرار پایا۔ ایٹمی اسلحہ کے انسپکٹروں کے واضح رپورٹ کے بعد اور کسی قسم کے ایٹمی یا جراثیمی ہتھیاروں کا سراغ نہ ملنے کے باوجود بھی بڑی طاقتوں نے عراق کو ہتھیار بازی کا مجرم قرار دیا اور پھر عراق پر ایسی ظالمانہ جنگ و بربادی مسلط کی جو اب تک رُکنے کا نام نہیں لے رہی۔ یہ قبضے اور زور آوری حقیقتاً عالمی سامراج کے نئے نوآبادیاتی منصوبے کا پتہ دے رہا ہے' یہ منصوبہ دراصل تیل کی دولت پر مستقل پہرے اور خام مال کے جملہ وسائل پر امریکہ کے نیو ورلڈ آرڈر کی بالادستی کو دائمی تحفظ دینے کا طریقہ کار ہے۔

پھر غور کرنے کی بات یہ ہے کہ ان ساری تیاریوں کا مطلب صرف عراق کے خلاف کاروائی نہیں ہے بلکہ تیل کی دولت سے مالا مال خلیج کے ممالک اور گردوپیش کی وہ ساری ترقی پذیر مسلم اقوام اس منصوبے کے اہداف ہیں' گویا اس ساز و سامان کے ذریعے کسی کو کچلنا مقصود ہے' تو کسی کو ڈرانا' دھمکانا اور محض دھونس سے کام نکالنا پیش نظر ہے' ساری عالمی اتحادی قوتوں کی مشرق وسطیٰ میں یہ پیش رفت اپنی جگہ' لیکن ان حالات سے نبرد آزما ہونے کے لئے مسلم امہ میں جس وحدت فکر و عمل کا ہونا حالات کا سب سے پہلا مطالبہ تھا' جس یکجہتی کے ذریعے اس کٹھن گھڑی میں حالات

سے نپٹا جاسکتا تھا' اس کا آج بھی کہیں دور دور نشان نہیں ملتا بلکہ اگر ماضی قریب پر نظر ڈالی جائے تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ مسلم امہ کی بے بصیرت قیادت نے صورتحال کو بگاڑنے' اپنی قوتوں کو مضمحل کرنے' اتحاد کی بجائے انتشار فکر و خیال اور تضاد عمل سے بڑی فراخ دلی کے ساتھ کام لیا اور دشمنوں کو یہ موقع مہیا کیا کہ وہ ایک ایک کر کے ساری مسلم ریاستوں کو آپس کے جھگڑوں میں پھنسا کر' بے مقصد کشمکش میں الجھا کر اس حال کو پہنچا دیں کہ جب جدید منصوبہ بندی کے ساتھ عالمی سامراج اپنے پنجے گاڑنے کے لئے کسی مسلم ملک کو نشانہ بنائے' تو نہ اس ملک میں مقابلے کی قوت ہو نہ دوسرے ممالک کو حالات پر لب کشائی کی جرات ہو سکے' ہم نے ابھی ماضی قریب کی بات کی تھی' یقین ہے کہ باخبر قارئین ابھی اسی عراق کی جنگی حکمت عملی کا وہ بے مقصد شاہکار نہ بھولے ہوں گے جس کے تحت شط العرب کی نام نہاد ملکیت پر دو اسلامی ملکوں نے ایک دوسرے پر آگ بھی برسائی' اپنے ذرائع و وسائل کا ناقابل تلافی زیاں بھی کیا' اور خون بھی بہایا۔ جبکہ ایک دوسرے کو کمزور کرنے کے سوا اس جنگ نے دونوں ملکوں کو کچھ بھی نہ دیا۔ یہ بات بھی واضح ہے کہ اس جنگ کا منصوبہ بھی یقیناً کہیں اور بنا تھا اور یہ انہی سامراجی قوتوں کا متعین کردہ مشن تھا جس کے ذریعے ایک طرف ایران کے ابھرتے ہوئے اسلامی انقلاب کو اس کے بامقصد ہدف سے ہٹانا تھا اور دوسری طرف عراق کے خلاف عالمی رائے عامہ کو بھی متاثر کرنا تھا اور خود مسلم امہ میں بھی انتشار خیال کو عراق کے خلاف تقویت پہنچانا تھا' پھر مسلم لیڈروں کے ہاتھوں ان بے مقصد اقدامات اور ان کے نتائج میں حاصل ہونے والی تباہی کا دوسرا منظر عالمی سامراجی قوتوں کے دوسرے اقدام کے صورت میں اس وقت سامنے آیا جب کویت کے بعض حصوں پر ملکیت کا دعویٰ لے کر عراق کے انہی حکمرانوں نے خلیج میں ایک نئی جنگ شروع کر دی' اور اس طرح اس بے مقصد اقدام نے عالمی سامراجی قوتوں کو کویت اور دیگر مسلم عرب ممالک کو تحفظ فراہم کرنے کے نام پر مسلم امہ کے قلب میں مداخلت کا موقع مہیا کیا۔ اس طرح اتحادی افواج خود مسلم امہ کے خرچے پر خلیج میں آ کر مسلط ہو گئیں۔ اس سابقہ تحفظ اور چوکیداری کا معاوضہ ابھی تک عرب ممالک سے وصول کیا جا رہا ہے۔ تیل کی دولت سے مالا مال اسلامی ممالک اپنے غیر حکیمانہ فیصلوں کے نتیجے میں اس حال کو پہنچ گئے کہ خوشحال ترین ممالک کے بجٹ پہلی بار خسارے کا شکار ہوئے۔ اور یہ صرف ایک عراق' ایران یا عراق کویت کا معاملہ نہیں بلکہ 59 اسلامی ممالک کی صورتحال حالات کے تناظر میں ماضی قریب سے لے کر حال کے لمحوں تک اسی انتشار و افتراق کا شکار ہے' کہیں لیبیا کے تعلقات گرد و پیش کے مسلم ممالک کے ساتھ برادران یوسف جیسے ہیں تو کہیں ایران و عرب ممالک کے تعلقات کشیدگی سے محفوظ نہیں۔

اس مختصر سے تجزیئے کے بعد جب ہم اس بات کا جائزہ لیتے ہیں کہ مسلمان ملکوں کے درمیان یہ غیر برادرانہ فضا آخر کیوں ہے؟ اس کا سبب کیا ہے؟ تو سب سے پہلی بات جو یقینی طور پر کہی جا سکتی ہے اور جو اس سارے انتشار کا سب سے بنیادی نکتہ ہے' وہ اسلامی ملکوں پر مسلط وہ قیادتیں ہیں' جنہیں مختلف ناموں اور مختلف نظاموں کے ذریعے

سے متعارف کرایا جاتا ہے' لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ سب آمریتیں ہیں' جنہیں ان آمروں نے کہیں جمہوریت کے خوش نما لباس پہنا رکھے ہیں' کہیں وہ بادشاہتوں کی شکل میں مسلط ہیں' لیکن ایک بات مسلم امہ کے ان سارے ممالک میں واضح طور پر نظر آئے گی کہ یہ اسلام کے شورائی نظام اور اپنے عوام کی دلی حمایت سے یکسر محروم ہیں' بلکہ اس نکتے کا اگر آپ ذرا سا بھی تجزیہ کریں تو عوام اور حکمرانوں کے درمیان اعتماد و محبت تو دور کی بات ہے' خیالات سے انداز فکر و عمل تک اور ثقافت سے معیار زندگی تک کسی معاملہ میں بھی کوئی قدر مشترک نظر نہیں آتی' ایک خلیج ہے جو مسلم حکمرانوں اور مسلم عوام کے درمیان حائل ہے' نہ مسلم حکمران اپنے عوام کے خیالات اور ان کے انداز فکر و عمل کو سمجھنے کے لئے تیار ہیں اور نہ مسلم عوام ان حکمرانوں کے رنگ میں رنگے جانے پر آمادہ ہیں' پھر دونوں کے درمیان صرف فکر و خیال ہی کی دوری نہیں ہے بلکہ معیار زندگی کا اتنا بڑا بعد ہے کہ حکمران ایوان و شبستاں میں سجے ہوئے ہیں' اور عوام خطِ غربت سے بھی کہیں نیچے زندگی کے دن پورے کر رہے ہیں' اس پر مستزاد یہ کہ مسلم ممالک کا جو بھی صاحب ثروت اٹھتا ہے' اسے اپنی دولت کے تحفظ کے لئے ان اسلام اور مسلمان دشمن اتحادی قوتوں کے بینکوں کے سوا اپنے غاصبانہ اموال کو محفوظ کرنے کا کوئی حصار عافیت نظر نہیں آتا' لہذا مسلم امہ کے سارے مالی وسائل سمٹ کر یورپ کے اتحادی ممالک کی ترقی میں استعمال ہو رہے ہیں اور مسلم ممالک اپنی غربت دور کرنے کیلئے سودی قرضوں کے شیطانی شکنجے میں کسے ہوئے ہیں۔

ہم روتے ہیں' فریاد کرتے ہیں' دہائی دیتے ہیں کہ یورپ کے ممالک سے مسلمان مزدور خون پسینے کی کمائی اپنے ملک کی معیشت کو مضبوط کرنے کیلئے زر مبادلہ کی شکل میں ملک میں لائیں مگر کوئی نگرانِ کار اس بات پر غور نہیں کرتا کہ ہمارے ملک کے صنعت کار بیرونی ممالک میں سرمایہ کاری بھی کر رہے ہیں اور صنعتیں بھی لگا رہے ہیں' خود پاکستان کی ساری لوٹی ہوئی دولت ہمارے اچھے وقتوں کے برے حکمرانوں نے احتساب سے بچنے کیلئے انہی اتحادی ملکوں میں اثاثوں کی صورت میں منتقل کی ہوئی ہے' اور ''چمڑی جائے پر دمڑی نہ جائے'' کے مصداق ہزار مصیبتیں اٹھانے کے باوجود یہ لوگ ملک کا مال ملک میں واپس لانے کو تیار نہیں۔ خود مسلم امہ کے باوسائل حکمران بھی اپنے سونے کے انبار انہی ملکوں کے بینکوں میں رکھتے ہیں' جن کے ہاتھوں امت مسلمہ اس حال کو پہنچی ہے اور بحیثیت امہ اس کے عقائد و نظریات جن کی چیرہ دستیوں کا ہدف ہیں۔

معاشی استحکام کے لئے مسلم امہ کے سارے قائدین غریب عوام سے قربانیوں کا مطالبہ بھی کرتے ہیں اور انہیں ایثار کی ترغیب بھی دیتے ہیں' دینی قیادتوں کا ہدف بھی یہی معصوم لوگ ہیں' لیکن امت کے لئے نہ کوئی حکمران ایثار کرنے کو تیار ہے اور نہ مذہبی قیادتوں میں ایثار کے آثار نظر آتے ہیں' پھر آج کا دور محفل آرائی اور داستان گوئی کا زمانہ نہیں' اقوام کے درمیان علم کی ایک دوڑ لگی ہوئی ہے' اور یہ علم بھی مابعد الطبیعاتی مسائل اور مختلف عقائد کے مابین فلسفیانہ موشگافیوں اور علم الکلام کے کُلیوں کا نہیں' اس علم کے میدان میں ساری مسلم امہ کا حال یہ ہے کہ ہم آج تک اپنا نظام تعلیم

واضح طور پر وضع نہیں کرسکے ہیں' ہماری مراد نصابِ تعلیم میں کوئی سطحی تبدیلی یا اسلامیات کے کچھ حصے کے ساتھ باقی جملہ مضامین اس کافرانہ' سرمایہ پرستانہ اور لذت پسندانہ انداز میں پڑھانے کا نام نہیں ہے بلکہ ایک ایسا مربوط نظام تعلیم کی ترویج کا نام ہے کہ جو دنیا کے تمام مروجہ علوم اسلام کے نقطہ نظر سے پڑھا اور سکھا سکے۔

اس افسوسناک صورتحال کا کیا مرثیہ لکھا جائے کہ پاکستان کے قائدین علم وحکمت نصف صدی سے زائد مدت سے آزاد ہونے کا اعزاز رکھنے کے باوجود اسلامی نظام تعلیم سے محروم بھی ہیں' اور اس کی ضرورت سے بے نیاز بھی' باقی اسلامی دنیا کا حال بھی کچھ مختلف نہیں۔

پاکستان میں ہر چند سال کے بعد تعلیمی پالیسی کے نام پر جو کچھ ہوتا ہے وہ دورِ جہالت کی طرف واپسی کا سفر ہے' اسلئے کہ کوئی نصاب تعلیم بھی چند سال سے زیادہ نہیں چلتا' دوسری طرف ایک ہی ملک میں تعلیم کے شعبے میں کئی کئی نظام ونصاب رائج ہیں۔ کہیں حکمران بنائے جارہے ہیں اور کہیں صرف کلرک تیار کئے جارہے ہیں' یوں امت کی یکجہتی اور ملت کی ایک رنگی کے درمیان فاصلوں کو زیادہ سے زیادہ کرنے کا پورا اہتمام شعوری اور غیر شعوری طور پر موجود ہے۔

اسی علمی میدان کی تباہی کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ سارے اسلامی ممالک میں سے کسی ایک کے پاس بھی عالمی سطح کی ایسی بڑی جدید اور معیاری یونیورسٹی نہیں ہے جو ایسے جدید سائنسی مضامین اور دور حاضر کے ایسے علوم کی تعلیم و تدریس کا فریضہ سرانجام دے سکے جن سے ہم ترقی کی دوڑ میں اقوام عالم کے ساتھ ساتھ چل سکیں' مسلم امہ کیلئے ایسی یونیورسٹیوں کا قیام ناگزیر ہے کہ جو نئے دور کے تقاضوں کے مطابق قوم کی رہنمائی کرنے کی صلاحیت رکھتی ہوں اور جن کی ڈگریاں اتنی قابل اعتماد ہوں کہ ترقی یافتہ ممالک میں خود ان کی یونیورسٹیوں کے معیار کے مطابق تسلیم کی جائیں' آج کا عہد جس ارتقائی عمل کا تقاضا کررہا ہے ہم اس کے ہم آواز بھی نہیں اور ہم قدم بھی نہیں۔ سوچنے کی بات یہ ہے کہ اس دور میں جو' جدید سائنسی علوم اور جدید ترین آلات حرب سے لے کر فنونِ جنگ تک' ایک جال سا بچھا ہوا ہے' اس دور میں امت مسلمہ کہاں کھڑی ہے؟ آج ہم اس مقام پر کھڑے ہیں کہ ہماری آزادی' خود مختاری اور دینی تشخص کو ختم کرنے کے مشن پر کام کرنے والے ممالک ہمیں اپنے فرسودہ ہتھیاروں کی منڈی سے زیادہ کوئی حیثیت دینے کو تیار نہیں' اور وہ جنگی ساز وسامان جو ماضی کا گم گشتہ باب بن چکا ہے اسے پوری قیمت دینے کے باوجود مسلم ممالک کو بڑے احسان کے ساتھ دیا جاتا ہے' ہم اپنے اس تجزیے میں آج اپنی ان ساری کمزوریوں کا پورا جائزہ اور اس کے نتائج حقیقت کے آئینے میں ملت کے سامنے رکھ رہے ہیں' تاکہ سوچنے والے سوچیں اور غور وفکر کرنے والے ان پر محققانہ نگاہ ڈالیں اور اپنی کمزوریوں کا ادراک کرتے ہوئے حالات کی تبدیلی کیلئے کوئی ایسا منصوبہ تیار کریں جو حال کی نعرہ بازی سے ماوراء ہو کر مستقبل بعید تک رہنمائی کا فریضہ سرانجام دے سکے۔ اس سلسلے میں اس بات پر بھی نگاہ ڈالئے کہ آج کے دور میں جتنی اہمیت جدید ترین جنگی ساز وسامان کی ہے اس سے کہیں زیادہ ضرورت واہمیت جدید ترین ذرائع ابلاغ کا

قیام ان سے استفادہ اور امہ کے خلاف پھیلائی ہوئی غلط فہمیوں کو دور کرنے اور درست معلومات بروقت اور پوری قوت سے دنیا کے سامنے لانے کی ہے۔

لیکن اس سلسلے میں بھی آپ مسلم ممالک کی بے بضاعتی کا اندازہ اس سے کر سکتے ہیں کہ ریڈیو اور ٹی وی کا کوئی ایک چینل بھی ایسا نہیں ہے جو یہود و ہنود کی اسلام دشمن سرگرمیوں کا تدارک کر سکتا ہو۔ ان کی ثقافتی یلغار کا مقابلہ کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو' بلکہ اس سلسلے میں بھی ہمارے ماہرین ابلاغ عامہ کی سوچ یہ ہے کہ جس کا وہ برملا اظہار بھی کرتے ہیں اور اسلامی ممالک کے ٹی وی اور ریڈیو کے پروگرام اس سوچ کے آئینہ دار بھی ہیں کہ ہمیں دنیا کے دوسرے ٹی وی اور ریڈیو چینلو کا مقابلہ کرنا ہے اور وہ مقابلہ انہی کی ثقافت اپنا کے اور انہی کے انداز میں ناچ گا کے کیا جا سکتا ہے' اور اب تو ابلاغ کے ذرائع میں بات ٹی وی اور ریڈیو سے بھی آگے بڑھ گئی ہے' معاملہ اب کیبل اور انٹرنیٹ تک جا پہنچا ہے' ارتقاء کی یہ دوڑ ابھی مزید مراحل طے کرے گی' جبکہ نہ ہمارے پاس اس کا توڑ ہے نہ اس کے مقابلے کیلئے مثبت سوچ ہمارا حال تو یہ ہے۔

پھر رہے ہیں ہائے کیسی سادگی کے ساتھ ہم
قمقموں کی روشنی میں نورِ ایمان دیکھتے

اکثر اسلامی ممالک یا پسماندہ ہیں یا ترقی پذیری کے مرحلے میں مغربی ممالک کے سودی قرضوں کی بیساکھیاں لگائے ہوئے زندگی کی دوڑ میں حصہ لینے کیلئے آگے بڑھنے کا انتظار کر رہے ہیں' لیکن حیران کن بات یہ ہے کہ ان اسلامی ملکوں میں معاشی روابط کا فقدان ہے' اسلامی ملکوں کے خام مال کے لئے نہ کوئی منڈی ہے نہ کوئی مشترکہ صنعتی منصوبہ۔ مشترکہ صنعتیں تو خیر کہاں سے آئیں گی' یہی حال دفاعی ساز و سامان کا ہے کہ سارے اسلامی ممالک امریکہ اور دوسرے مغربی ملکوں کے محتاج ہیں اور اس کسمپرسی کا شکار ہیں کہ امریکن کمپنیاں جہازوں کی فروخت کے معاہدے میں رقم وصول کرنے کے بعد بھی جہاز سپلائی نہیں کرتیں' جبکہ جدید ترین ہتھیار اسرائیل اور بھارت کو عطا کئے جاتے ہیں۔

یہ یاد رہے کہ بھارت کبھی بھی امریکہ کے حلیفوں میں داخل نہیں رہا اور اسلامی ممالک کی اکثریت امریکہ کی حلقہ بگوش بھی ہے اور نیٹو اور سینٹو کے معاہدات میں شامل بھی .... یہ وہ مناظر ہیں کہ بیک نظر' جن کا احساس' مسلم امہ کے حالات کو دیکھتے ہوئے مستقبل کے تصور سے لرزہ براندام کر دیتا ہے۔ ہمارے نزدیک حالات کے اس جبر سے نکلنے کے لئے ایک طویل مدت کے مضبوط اور ہمہ جہتی منصوبے کی ضرورت ہے اسلامی ملکوں کو اپنی ذات کے خول سے نکلنا ہوگا' بحیثیت ملتِ مسلمہ حالات کا تجزیہ کرتے ہوئے اپنے عوام کو اعتماد میں لے کے اس منصوبے کا اس طرح آغاز کیا جائے کہ حکمرانوں' دینی قیادتوں اور عوام کے درمیان ہم خیالی کو فروغ ملے اور ایک دوسرے پر اعتماد بحال ہو۔ اسلامی ممالک کا اپنا ایک مشترکہ مشاورتی ادارہ سربراہان کی سطح پر قائم کیا جائے اور وہ بے عملی کا شکار نہ ہو' مشترکہ اسلامی

کرنے کا کام بھی ترجیحاً کیا جائے۔

آج کی جنگ چاہے سرد ہو یا گرم' اس میں سب سے بڑا ہتھیار ذرائع ابلاغ ہیں' اس لئے اس منصوبے میں بہت غور و خوض کے ساتھ لیکن ہنگامی بنیادوں پر بغیر کسی تاخیر کے مسلم ممالک کی ایک عالمی نیوز ایجنسی جو جدید ترین آلات اور عہد جدید کے سارے تقاضوں کو پوری طرح سمجھتی ہو' قائم کی جائے۔ اسلامی عالمی ریڈیو' اور ٹی وی چینل کا اجراء کیا جائے جو مغرب کی ثقافتی یلغار کا مقابلہ کرنے کے قابل بھی ہو اور اسلامی ثقافت کو پھیلانے کا طریقہ کار بھی جانتا ہو۔ اس سے ہماری مراد محض وعظ و نصیحت کا چینل قائم کرنا نہیں ہے بلکہ جدید ثقافتی ہیجان خیزی اور اشتعال انگیزی کا توڑ کرنے کیلئے اسلامی تہذیب اور کلچر کے اطمینان خیز اور طمانیت بخش پہلو اجاگر کرنے کا وہ طریقہ کار ہے جو وقت کے زہر کا تریاق بن سکے۔

اسلامی ممالک کا مشترکہ معاشی روابط کا منصوبہ بنایا جائے' اور ایک دوسرے کے ساتھ خام مال کی کھپت اور صنعت سازی کو فروغ دیا جائے۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ کوشش کی جائے کہ اس منصوبے کا ایک حصہ دفاعی ساز و سامان میں خود کفالت کے مقام تک پہنچانے کا اہتمام بھی رکھتا ہو۔

ہماری نظر میں یہ وہ چند نکات ہیں جن پر پیش قدمی کئے بغیر نہ مسلم امہ کی بے بسی ختم ہو سکتی ہے اور نہ ہم اپنی آزادی' خود مختاری اور عقیدے کا صحیح معنوں میں تحفظ کر سکتے ہیں۔

جلسہ دستار بندی و تقسیم اسناد

دار العلوم الاسلامیہ اضا خیل بالا (نوشہرہ) کی تقریب اسناد اور جلسہ دستار بندی بروز اتوار 15 شعبان ۱۴۲۴ھ بمطابق 12 اکتوبر 2003 کو منعقد ہوگی جس میں ملک کے نامور علماء کرام اور مشائخ عظام شرکت کریں گے۔ عامۃ المسلمین سے اس روحانی تقریب میں جوق در جوق شرکت کی اپیل ہے

الداعی : مولانا حافظ انوار اللہ ۔ دار العلوم الاسلامیہ اضا خیل بالا۔ (نوشہرہ)